قرآنی حکم میں تحدید اور غامدی صاحب کا کھلا تضاد

کاوش محمد مدثر علی راؤ

قارئین کرام! غامدی صاحب کے نزدیک حدیث دین کا کوئی ماخذ نہیں ہے کہ جس سے دین میں کسی عقیدہ کا عمل دخل ہو۔ لہٰذا اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے غامدی صاحب حدیث کے ذریعہ سے قرآنی احکام میں تحدید یعنی کہ ان میں حد مقرر کرنے کے بھی منکر ہیں۔ لہٰذا غامدی صاحب اپنی کتاب میزان کے صفحہ 25 پر لکھتے ہیں.........

" پہلی یہ کہ قرآن سے باہر کوئی وحی خفی یا جلی، یہاں تک کہ خدا کا وہ پیغمبر بھی جس پر یہ نازل ہوا ہے، اس کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص یا اس میں کوئی ترمیم و تغیر نہیں کر سکتا۔"

(ملاحظہ فرمائیں میزان طبع پنجم دسمبر 2009 صفحہ 25)
(نیز ملاحظہ فرمائیں سکین نمبر 1)

اب ذرا غامدی صاحب کا تضاد ملاحظہ فرمائیں.....
غامدی صاحب اپنی اسی کتاب میزان کے صفحہ 421 پر سورۃ نسآء کی آیت 34 کے تحت قرآن مجید کے ایک حکم کی حدیث مبارکہ کے ذریعہ سے تحدید کر رہے ہیں۔

سورۃ نسآء آیت 34 میں اللہ تعالیٰ، سرکش و نافرمان عورتوں کو سزا دینے کا حکم فرما رہے ہیں۔۔۔۔ اب اس سزا کی حد کیا ہوگی؟ یہ سزا کیسی ہونی چاہیے؟ اس سب کا علم آخر کہاں سے ہونا تھا؟

ظاہری بات ہے اس آیت مبارکہ میں جس سزا کا حکم فرمایا گیا ہے اس کی حد حدیث مبارکہ سے ہی معلوم ہونی تھی۔۔۔ لہٰذا غامدی صاحب نے صفحہ 421 پر صحیح مسلم کی ایک حدیث کے ذریعہ سے، ان سرکش عورتوں کو سزا دینے کی حد بتائی ہے کہ سزا کی شدت کتنی اور سزا کیسی ہونی چاہیے۔

(ملاحظہ فرمائیں میزان طبع پنجم دسمبر 2009 صفحہ 418 اور 421)

(نیز ملاحظہ فرمائیں پوسٹ کا سکین نمبر 2)

اب غامدی صاحب ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ حدیث کے ذریعہ سے قرآنی حکم میں تحدید یعنی کہ اس کی حد مقرر نہیں کی جا سکتی اور دوسری طرف خود حدیث کے ذریعہ سے سرکش عورتوں کو دی جانے والی سزا کے متعلق حد بتا رہے ہیں۔۔۔۔ یہ کتنا واضح تضاد ہے غامدی صاحب کے اپنے قول میں۔۔۔۔ موصوف ایک جگہ جو اصول بناتے ہیں اسے دوسری جگہ خود ہی توڑ دیتے ہیں۔

یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ مُھَیۡمِنًا عَلَیۡہِ، فَاحۡکُمۡ بَیۡنَھُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَھۡوَآءَ ھُمۡ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الۡحَقِّ۔ (المائدہ ۵: ۴۸)

کے ساتھ اتاری ہے، اُس کتاب کی تصدیق میں جو اِس سے پہلے موجود ہے اور اُس کے لیے مہیمن بنا کر، اِس لیے تم اِن کے درمیان اُس ہدایت کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کی ہے اور اُس حق کو چھوڑ کر جو تمھارے پاس آ چکا ہے، اِن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔"

یہاں اِسی مفہوم کے لیے لفظ 'مُھَیۡمِن' استعمال ہوا ہے۔ یہ 'ھیمن فلان علی کذا' سے بنا ہوا اسم صفت ہے جو محافظ اور نگران کے معنی میں آتا ہے۔ آیت میں قرآن مجید کو پچھلے صحیفوں پر 'مہیمن' قرار دیا گیا ہے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ کتاب الٰہی کا اصل قابل اعتماد نسخہ قرآن مجید ہی ہے۔ چنانچہ دوسرے صحیفوں کے متن جب گم کر دیے گئے اور اُن کے تراجم میں بھی بہت کچھ تحریفات کر دی گئی ہیں تو اُن کے حق و باطل میں امتیاز کے لیے یہی کسوٹی اور معیار ہے۔ جو بات اِس پر کھری ثابت ہوگی، وہ کھری ہے اور جو اِس پر کھری ثابت نہ ہو سکے، وہ یقیناً کھوٹی ہے جسے لازماً رد ہو جانا چاہیے۔

قرآن مجید کی یہ حیثیت ہے جو اُس نے خود اپنے لیے ثابت قرار دی ہے۔ لہٰذا اِس کی بنیاد پر جو باتیں قرآن کے بارے میں بطور اصول ماننی چاہییں، وہ یہ ہیں:

پہلی یہ کہ قرآن سے باہر کوئی وحی خفی یا جلی، یہاں تک کہ خدا کا وہ پیغمبر بھی جس پر یہ نازل ہوا ہے، اِس کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص یا اِس میں کوئی ترمیم و تغیر نہیں کر سکتا۔ دین میں ہر چیز کے رد و قبول کا فیصلہ اِس کی آیات بینات ہی کی روشنی میں ہوگا۔ ایمان و عقیدہ کی ہر بحث اِس سے شروع ہوگی اور اِسی پر ختم کر دی جائے گی۔ ہر وحی، ہر الہام، ہر القا، ہر تحقیق اور ہر رائے کو اِس کے تابع قرار دیا جائے گا اور اِس کے بارے میں یہ حقیقت تسلیم کی جائے گی کہ بوحنیفہ و شافعی، بخاری و مسلم، اشعری و ماتریدی اور جنید و شبلی، سب پر اِس کی حکومت قائم ہے اور اِس کے خلاف اِن میں سے کسی کی کوئی چیز بھی قبول نہیں کی جا سکتی۔

دوسری یہ کہ اِس کے الفاظ کی دلالت اِس کے مفہوم پر بالکل قطعی ہے۔ یہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے، پوری قطعیت کے ساتھ کہتا ہے اور کسی معاملے میں بھی اپنا مدعا بیان کرنے سے ہرگز قاصر نہیں رہتا۔ اِس کا مفہوم وہی ہے جو اِس کے الفاظ قبول کر لیتے ہیں، وہ نہ اِس سے مختلف ہے نہ متبائن۔ اِس کے شہرستان معانی تک پہنچنے کا ایک ہی دروازہ ہے اور وہ اِس کے الفاظ ہیں۔ وہ اپنا مفہوم پوری قطعیت کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔ اُس میں کسی ریب و گمان کے لیے ہرگز کوئی گنجایش نہیں ہوتی۔

یہ دونوں باتیں قرآن کے میزان اور فرقان ہونے کا لازمی تقاضا ہیں۔ اِن کے بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ تاہم چند سوالات ایسے ہیں جو بعض لوگوں کے لیے اِس معاملے میں باعث تردد ہو سکتے ہیں:

کنواری کی اجازت ضروری ہے۔ لوگوں نے پوچھا: اُس کی اجازت کیسے ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ خاموش رہے تو یہی اجازت ہے۔[۹]

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: بیوہ اپنا فیصلہ خود کر سکتی ہے اور کنواری سے اجازت لینی چاہیے۔[۱۰]

بنت خذام کے بارے میں روایت ہے کہ وہ بیوہ ہوئیں تو اُن کے والد نے اُن کا نکاح کر دیا۔ اُنھیں یہ فیصلہ پسند نہیں آیا۔ چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے اُنھیں نکاح ختم کرنے کی اجازت دے دی۔[۱۱]

حقوق و فرائض

[۱]

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعۡضَھُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ وَّبِمَآ اَنۡفَقُوۡا مِنۡ اَمۡوَالِھِمۡ، فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ، وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَھُنَّ فَعِظُوۡھُنَّ وَاھۡجُرُوۡھُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡھُنَّ، فَاِنۡ اَطَعۡنَکُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَیۡھِنَّ سَبِیۡلًا، اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیۡرًا۔ (النساء ۴: ۳۴)

"مرد عورتوں پر قوام ہیں، اِس لیے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اِس لیے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ پھر جو نیک عورتیں ہیں، وہ فرماں بردار ہوتی ہیں، رازوں کی حفاظت کرتی ہیں، اِس بنا پر کہ اللہ نے بھی رازوں کی حفاظت کی ہے۔ اور جن سے تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہو، اُنھیں نصیحت کرو، اور اُن کے بستروں میں اُنھیں تنہا چھوڑ دو اور (اِس پر بھی نہ مانیں تو) اُنھیں سزا دو۔ پھر اگر وہ اطاعت کریں تو اُن پر الزام کی راہ نہ ڈھونڈو۔ بے شک، اللہ بہت بلند ہے، وہ بہت بڑا ہے۔"

اِس آیت سے اوپر کے پیرے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ انسان کے لیے جد و جہد اور مسابقت کا اصلی میدان اُس کی خلقی صفات نہیں ہیں، اِس لیے کہ خلقی صفات کے لحاظ سے بعض کو بعض پر فی الواقع ترجیح حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ذہنی، کسی کو جسمانی، کسی کو معاشی اور کسی کو معاشرتی برتری کے ساتھ پیدا کیا اور دوسروں کو اُس کے

۹ بخاری، رقم ۶۹۶۸۔

۱۰ مسلم، رقم ۳۴۷۶۔

۱۱ بخاری، رقم ۵۱۳۸۔

مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والا مسئلہ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے قدرتی امین ہیں۔ بالخصوص عورت کا مرتبہ تو یہ ہے کہ وہ مرد کے عیوب و محاسن، اُس کے گھر در، اُس کے اموال و املاک اور اُس کی عزت و ناموس، ہر چیز کی ایسی راز دان ہے کہ اگر وہ اُس کا پردہ چاک کرنے پر آ جائے تو مرد بالکل ہی ننگا ہو کر رہ جائے۔ اِس وجہ سے قرآن نے اِس صفت کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اِس کے ساتھ 'حَفِظَ اللّٰہُ' کا جو اضافہ ہے، اُس سے اِس صفت کی عالی نسبی کا اظہار مقصود ہے کہ اُن کی اِس صفت پر خدا کی صفت کا ایک پرتو ہے، اِس لیے کہ خدا نے بھی اپنے بندوں اور بندیوں کے رازوں کی حفاظت فرمائی ہے۔ ورنہ وہ لوگوں کا پردہ چاک کرنے پر آ جاتا تو کون ہے جو کہیں منہ دکھانے کے قابل رہ جاتا۔" (تدبر قرآن ۲/ ۲۹۲)

قرآن نے فرمایا ہے کہ صالح بیویوں کا رویہ ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ اِس سے یہ بات آپ سے آپ نکلی کہ جو عورتیں سرکشی اور تمرد اختیار کریں یا گھر کے راز دوسروں پر افشا کرتی پھریں، وہ خدا کی نگاہ میں ہرگز صالحات نہیں ہیں۔

لیکن کوئی عورت اگر اِس طرح کی سرکشی پر اتر ہی آئے تو مرد کیا اُس کی تادیب کر سکتا ہے؟ قرآن نے اِس کا جواب اثبات میں دیا ہے۔ آیۂ زیر بحث میں اِس سرکشی کے لیے 'نُشُوۡز' کا لفظ آیا ہے۔ اِس کے معنی سر اٹھانے کے ہیں، مگر اِس کا زیادہ استعمال اُس سرکشی اور شوریدہ سری کے لیے ہوتا ہے جو کسی عورت کی طرف سے اُس کے شوہر کے مقابل میں ظاہر ہو۔ یہ لفظ عورت کی ہر کوتاہی، غفلت یا بے پروائی یا اپنے ذوق اور رائے اور اپنی شخصیت کے اظہار کی فطری خواہش کے لیے نہیں بولا جاتا، بلکہ اُس رویے کے لیے بولا جاتا ہے، جب وہ شوہر کی قوامیت کو چیلنج کر کے گھر کے نظام کو بالکل تلپٹ کر دینے پر آمادہ نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ معاملہ یہاں تک پہنچ رہا ہو تو مرد اپنا گھر بچانے کے لیے تین صورتیں اختیار کر سکتا ہے۔

پہلی یہ کہ عورت کو نصیحت کی جائے۔ آیت میں اِس کے لیے 'وَعۡظ' کا لفظ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اِس میں کسی حد تک زجر و توبیخ بھی ہو سکتی ہے۔

دوسری یہ کہ اُس سے بے تکلفانہ قسم کا خلا ملا ترک کر دیا جائے تاکہ اُسے اندازہ ہو کہ اُس نے اپنا رویہ نہ بدلا تو اِس کے نتائج غیر معمولی ہو سکتے ہیں۔

تیسری یہ کہ عورت کو جسمانی سزا دی جائے۔ یہ سزا، ظاہر ہے کہ اتنی ہی ہو سکتی ہے جتنی کوئی معلم اپنے زیر تربیت شاگردوں کو یا کوئی باپ اپنی اولاد کو دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی حد 'غیر مبرح'[۱۳] کے الفاظ سے متعین فرمائی ہے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ ایسی سزا نہ دی جائے جو کوئی پایدار اثر چھوڑے۔

آیت کے انداز بیان سے واضح ہے کہ اِن تینوں میں ترتیب و تدریج ملحوظ ہے۔ یعنی پہلی کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری صورت اُسی وقت اختیار کرنی چاہیے، جب آدمی مطمئن ہو جائے کہ بات نہیں بنی اور اگلا قدم اٹھانے کے سوا

۱۳ مسلم، رقم ۲۹۵۰۔